Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 01,
Oct – Dec 2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

عورتوں کو پیش آمدہ جدید فقہی مسائل اور ان کا حل

Women Faced Modern Juristic Problems and Their Solution

***Dr. Qismat Khan* ***
Theology Teacher Govt: Middle School Kot Allah Dad, Dist:Tank.
Dr. Irshadullah* *
Theology Teacher Govt: Middle School No.1 Band kurai , D.I.Khan.

Version of Record
Received: 08-9-21 **Accepted**: 03-12-21
Online/Print:28-Dec-2021

ABSTRACT

Since the world came into existence a lot of changes have also taken place and in the present era this change can be seen. As soon as the world changed, its need and demands have also been changed. Islam save human rights by being a greater source for their safety. It presents a clear and perfect way to be led. It is the religion to which a society should be grateful as it has given full rights and laws for women. There are two types of Islamic laws, Some are those, that are not changed by the change in our surrounding, for example, The time of Performing prayers, numbers of Rakaat , Parts and quantity of zakaat . While; "some of the laws" are changed with the change of surrounding because they are established on some bases. When the foundation is different than the laws are also different .These bases save the man from any suffering and when they find an occasion , They offer a way of change , terseness , departure and of comfort .In this article The juristic Problems faced by the Women and their solution are discussed.

Key words: *women, problems, juristic, modern, solution, Islamic laws.*

دنیا جب سے وجود میں آئی اس میں نت نئی تبدیلیاں ہوتی رہیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے مشاہدات، احساسات شاہد ہیں کہ جیسے جیسے دنیا کے حالات میں تبدیلیاں ہوتی رہیں ویسے ہی اس کی ضرورتیں اور تقاضے بھی بدلتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں آپ کی بطور شارع کی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

CC BY

" وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ "[1]

"اور یہ رسول اللہ ﷺ ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان پر ہے اتارتے ہیں"۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا

"يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا "[2]

یعنی "دین میں آسانی پیدا کرو اور سختی نہ کرو "

یہ شریعت اسلامیہ کی تبدیلی، شفقت ورافت ہے کہ اس نے دفع مشقت کا خاص اہتمام فرمایا کہ ضرورت وحاجت، وغیرہ کے پائے جانے کی صورت میں اپنے عمومی احکام میں تخفیف اور سہولت کے دروازے کھول دئے۔

اسلام کے احکام دو طرح کے ہیں کچھ وہ احکام ہیں جو حالات کے تغیر سے تبدیل نہیں ہوتے۔ جیسے نماز کے اوقات، رکعتوں کی تعداد، زکوۃ کا نصاب اور زکوۃ کی مقدار وغیرہ۔ اور کچھ وہ احکام ہین جو حالات کے تغیر سے تبدیل ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ احکام کسی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں جب وہ بنیاد (ضمنی مآخذ فقہ) بدل جاتی ہے تو حکم بھی بدل جاتا ہے، مثلا بارش اور کیچڑ کی وجہ سے گھروں میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے لیکن جب یہ حالت نہ ہو تو جماعت مسجد کی حاضری واجب ہے۔ اسی طرح جب سخت بھوک اور پیاس کی حالت میں حالتِ اضطرار پیدا ہو جائے تو اسلام نے بقدر ضرورت مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے اور خون پینے کی اجازت دی ہے، اور یہ حالت نہ ہو تو پھر اجازت نہیں ہے۔

یہ ضمنی مآخذ انسان کو شریعت میں تکلیف مالایطاق سے بچاتے ہیں اور مخصوص حالات پائے جانے کی صورت میں احکام شریعت میں تبدیلی، تخفیف، رخصت اور سہولت کی سبیل نکالتے ہیں۔ ان سے استدلال کی مخصوص شرائط ہیں اور ایک مخصوص دائرہ کار ہے جس میں یہ محقق ہوتے ہیں اور ان کا مخصوص دائرہ اثر ہے جس میں یہ اثر انداز ہو کر تبدیلی، تخفیف وسہولت وغیرہ کی سبیل نکالتے ہیں۔

اس مقالہ (مشق) میں "عورتوں کے پیش آمدہ جدید مسائل اور انکا حل" کے عنوان سے ذیل میں کچھ جدید مسائل اور انکا حل پیش کیا جاتا ہے۔

مواصلاتی نکاح سے متعلق جدید مسائل

دور حاضر میں موبائل، ٹیلیفون کے ذریعے نکاح کا رواج عام ہے۔ بلکہ انٹرنیٹ کے آنے کے بعد *whatsApp، Skype، Imo*، ویب، کیمرہ (*Web Camera*) کے ذریعے ایجاب وقبول کرنے والے مرد عورت اور گواہ سب ایک دوسرے کو دیکھ بھی لیتے ہیں۔ نیز فون کا سپیکر کھول دینے سے گواہ براہ راست اکھٹے مجیب کے ایجاب کو سن بھی سکتے ہیں اس کو کہتے ہیں مواصلاتی نکاح۔

ان صورتوں میں ٹیلی فون کے ذریعے نکاح کا حکم کیا ہو گا۔

مواصلاتی نکاح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ جس میں ایجاب کرنے والا بذریعہ ٹیلی فون کسی شخص کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنا دیتا ہے اور یہ موکل مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے وکالۃً ایجاب کرتا ہے اور دوسرا فریق اس ایجاب کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ صورت بلا کسی اختلاف کے جائز ہے۔[3]

۲۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں مجیب بذریعہ فون براہ راست ایجاب کرتا ہے اور دوسرا فریق فون پر براہ راست قبول کرتا ہے تو یہ صورت مختلف فیہ ہے۔

کچھ علماء جواز کے قائل ہیں اور کچھ عدم جواز کے، عدم جواز کے قائل حضرات کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں فون کا سپیکر کھلا ہو یا نہ ہو مطلقاً نکاح نہیں ہوتا۔[4]

۱۔ نکاح کے لئے وحدت مجلس شرط ہے چاہئے حقیقۃً ہو جائے جیسے دونوں فریق اور گواہاں ایک ہی جگہ بیٹھے ہوں یا معنیً جیسے مجیب کا خط مجلس نکاح میں پڑھا جائے اور دوسرا فریق سن کر قبول کر لے جبکہ یہاں ٹیلی فون کی صورت میں نہ حقیقۃً مجلس ایک ہے نہ معنیً۔[5]

۲۔ نکاح میں یہ بھی شرط ہے کہ عاقدین میں جہالت نہ ہو۔ اس کی مثال دیتے ہوئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر عورت پردے میں بیٹھی ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور عورت بھی ہو تو اب آواز میں اشتباہ کے پیش نظر عورت کے ایجاب و قبول کا اعتبار نہ ہوگا۔[6]

جواز کے قائل حضرات کہتے ہیں کہ اگر لاوڈ سپیکر کھلا ہو تو فون پر نکاح جائز ہے۔[7]

۱۔ اگر ایک فریق کسی کو وکیل بنائے بغیر ایک مکتوب میں ایجاب کر دے اور یہ ایجاب مجلس عقد میں گواہوں کے سامنے پڑھا جائے اور دوسرا فریق قبول کرے تو فقہاء ایسی صورت کو جائز کہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہاں معنوی اتحاد پایا گیا اور وہ کافی ہے۔ جس طرح مکتوب کی صورت میں اتحاد معنوی پایا گیا اسی طرح ٹیلی فون پر آنے والی آواز بھی اتحاد معنوی کے لئے کافی ہونی چاہئے۔[8]

۲۔ ٹیلی فون پر آنے والی آواز کی اچھی طرح شناخت ہو جاتی ہے۔ پھر بھی یہ ممکن ہے کہ آواز میں اشتباہ ہو جائے مثلاً یہ کہ آواز پہلے سے ٹیپ شدہ ہو۔ اسے فقہاء ''**النغمة تشبة النغمة**'' سے تعبیر کرتے ہیں مگر ملحوظ رہنا چاہئے کہ آواز کی آواز سے مشابہت کے احتمال کے باوجود فقہاء دواندھوں کی گواہی نکاح میں جائز سمجھتے ہیں۔

"وكذا بصر الشاهد ليس بشرط فينعقد النكاح بحضور الا عمى"۔[9]

لہٰذا جب دو اندھوں کی گواہی کی صورت میں آواز کے اشتباہ کو برداشت کیا گیا ہے تو پھر ٹیلی فون سے آنے والی آواز میں موجود اشتباہ بھی قابل درگزر ہونا چاہئے۔[10]

مئولف کے نزدیک عدم جواز کے دلائل مضبوط ہیں۔ نکاح کے لئے وحدت مجلس شرط ہے، عاقدین میں جہالت نہ ہو، نیز دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے۔ جبکہ یہاں ٹیلی فون کی صورت میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں۔ لوگ

اسے محض تفریح طبع کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیں گے۔البتہ اگر ویڈیو کال، ویب کیمرہ استعمال کر لیا جائے تو فریقین و گواہان ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گے، پھر جواز کی صورت قابل غور ہونی چاہئے۔

نکاح مشروط:

نکاح مشروط کا معنی یہ ہے کہ نکاح کو کس شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے مثلاً عورت یہ کہے کہ اس شرط پر نکاح کر رہی ہوں کہ خاوند مجھے میرے آبائی شہر سے باہر نہیں لے جائے گا۔

نکاح میں عائد کی جانے والی شرائط تین قسم کی ہیں۔

۱۔ وہ شرائط جو انہیں حقوق و فرائض کو مئوکد کرتی ہیں۔ جن کو شریعت نے نکاح کی وجہ سے لازمی طور پر واجب قرار دیا ہے جیسے یہ شرط کہ خاوند بیوی کو نفقہ ادا کرے گا۔اس کے ساتھ بھلے طور پر بمطابق شریعت زندگی بسر کرے گا اسی طرح یہ شرط کہ عورت معروف میں خاوند کی اطاعت کرے گی اور یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جائے گی۔[11]

ظاہر ہے کہ ایسی شرائط کی حیثیت احکام شریعت کی بجاآواری کی توثیق و تجدید ہے جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔

۲۔ وہ شرائط جو نکاح سے متعلق وجوبی احکام سے متصادم ہوں، ابن رشد کے بقول جو نکاح صحیح ہونے کی شرطوں میں کسی کو ساقط کر دیتی ہوں یا نکاح کے واجب احکام میں سے کسی حکم میں تغیر و تبدل کو مستلزم ہوں جیسے یہ شرط کہ بیوی کا مہر نہیں ہو گا یا شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہو گا۔ ایسی شرطیں بالا تفاق غیر معتبر ہیں۔ ا امام بخاری نے ایسی شرطوں کی ممانعت پر مستقل عنوان باندھا ہے " **باب الشروط التی لا تحل فی النکاح**" پھر اس کے تحت رسول ﷺ کی حدیث پیش کی ہے۔ابو ہریرہؓ سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے۔"**لا یحل لا مراۃ تسئل طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا فا نما لھا ما قدر لھا**"۔[12]

کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کے حصہ کی بھی حقدار بن جائے کیونکہ جو اور جتنا اس کے لئے مقدر ہے وہ تو اسے مل کر رہے گا۔

ایسی شرائط اگر نکاح میں لگائیں جائیں تو ان کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ نکاح منعقد ہو جائے گا اور شرائط لغو ہوں گی۔

۳۔ وہ شرائط جن سے عورت کو نفع پہنچ سکتا ہے۔ درآنحالیکہ شریعت نے ان شرائط کو نہ واجب قرار دیا ہے نہ ان سے منع کیا ہے ایسی شرطوں میں عموماً مرد اپنے ہی کسی حق سے دستبردار ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہ خاونداسے اس کے میکہ میں رکھے گا یا یہ کہ اس کو شہر سے باہر نہیں لے جائے گا یا اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا ایسی شرائط کے ساتھ نکاح تو بالاتفاق منعقد ہو جاتا ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ کیا ایسی شرائط کو پوری کرنا مرد پر لازم ہیں یا نہیں۔احناف کے نزدیک ان شرائط پر عمل کرنا مطلقاً ضروری نہیں ہے۔

مگر اس میں اتنی تفصیل ضرور ہے کہ احناف کے ہاں اس قسم کی شرائط عہد و مواعید کے زمرے میں آتی ہیں۔ جنکا پورا کرنا اگرچہ قضاءً ضروری نہیں ہے۔تاہم دیانۃً ضروری ہے۔علامہ عینی لکھتے ہیں:۔

"**يومر الزوج بتقوى الله والو فاءبا لشروط ويحكم بذلک حکما**"۔[13]

شوہر کو تقوی اور ایفاء شرط کا حکم دیا جائے گا اور اس بارے میں قطعی حکم دیا جائے گا اس طرح مولانا انور شاہ کاشمیری مسئلہ مذکورہ میں حنفیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**والشروط اللتی لا تنافی النکاح جائزة و توفی دیانة ولا تلزم قضاءً**"۔[14]

جو شرطیں منافی نکاح نہیں ہیں وہ جائز ہیں دیانۃً ان کو پورا کرنا واجب ہے۔ قضاءً واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ایک فتوی میں نکاح مشروط کے بارے میں یہ تصریح ہے "کہ اس صورت میں نکاح ہو گیا، شرائط کے پورا نہ کرنے سے نکاح میں فرق نہیں آیا۔ اگرچہ شوہر کو دیانۃً پورا کرنا شرائط کا ضروری تھا مگر پورا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا"۔[15]

حاصل یہ ہے کہ احناف کے ہاں ان شرائط کو پورا کرنا صرف دیانۃً ضروری ہے عورت شرط پوری نہ ہونے کی صورت میں فسخ کا دعویٰ نہیں کر سکتی جبکہ حنابلہ کے ہاں ان شرائط کا پورا کرنا قضاءً ضروری ہے اس لئے عورت قاضی کے ہاں فسخ کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

مہر مشروط بنکاح ثانی و طلاق:

نکاح مشروط سے مشابہ دو اور مسائل بھی قابل توجہ ہیں وہ یہ ہیں کہ نکاح ثانی اور طلاق کے ساتھ مہر میں زیادتی کو مشروط کیا جا سکتا ہے یا نہیں یعنی یہ کہ اگر خاوند نے دوسرا نکاح نہ کیا تو مہر مثلاً بیس ہزار اور اگر نکاح کیا تو مہر پچاس ہزار۔

فقہا احناف کے ہاں اس طرح مہر کی دو مقداریں اگر مشروط طور پر طے کی جائیں تو اس کے بارے میں مختلف فروعات کتب فقہ میں نقل ہوئی ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ایک شخص نے نکاح کے وقت کہا کہ اگر منکوحہ خوبصورت ہو تو مہر دو ہزار اور بدصورت ہو تو ایک ہزار۔[16]

۲۔ ایک شخص نے نکاح کے وقت کہا کہ اگر منکوحہ خاندانی طور پر آزاد رہی ہو تو مہر دو ہزار اور اگر خاندانی طور پر غلام تھی گو اب آزاد ہے تو مہر ایک ہزار۔[17]

۳۔ عورت نے بوقت نکاح کہا کہ اگر نلکح کی کوئی اور بیوی ہو تو مہر دو ہزار اور اگر نہ ہو تو مہر ایک ہزار ان تینوں صورتوں میں احناف کے ہاں متفقہ طور پر موجود دونوں مہر صحیح ہونگے اور شرائط قابل ایفاء ہو نگی۔

اگرچہ ان صورتوں میں احناف کے ہاں اختلاف نقل کیا گیا ہے تاہم ترجیح اس کو ہے کہ یہ صورتیں حکماً متفق علیہ ہیں۔

۴۔ ایک شخص نے نکاح کے وقت کہا کہ اگر میں تمہاری موجودگی میں دوسرا نکاح کروں تو مہر دو ہزار اور گر نہ کروں تو ایک ہزار، امام حنیفہ کے ہاں مقرر ایک ہزار ہو گا، اس نے دوسرا نکاح کر لیا تو پھر مہر مثل اور دو ہزار میں سے جو کم ہو گا وہی مہر ہو گا۔ صاحبین کے ہاں پہلی صورتوں کی طرح یہاں بھی دونوں مہر معتبر ہیں اور نکاح کرنے کی صورت میں مہر دو ہزار ہو گا۔[18]

مقدم الذکر تین صورتوں اور آخری صورت میں فرق کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ پہلی تین صورتوں میں جو باتیں بطور شرط رکھی گئی ہیں وہ قابل مشاہدہ ہیں اور پہلے سے طے شدہ ہیں جبکہ یہ آخری شکل ابھی طے نہیں کہ وہ خاوند دوسرا نکاح کرے گا یا نہیں گویا یہاں خطرہ قوی ہے۔ نیز پہلی صورتوں میں یہ نزاع نہیں ہے۔ یا ہے مگر خفیف ہے جبکہ اس آخری شکل میں آئندہ نزاع پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔[19]

اب یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ امام صاحب کے نزدیک جس شرط کا پہلے ذکر کیا اسی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اس کا ہے جو تنجیز کی صورت میں ہے چاہئے اسے پہلے ذکر کیا جائے یا بعد میں۔

"اعلم ان قولهم هنا بصحته التسمية الا ولى فقعد بناءعلى انها منجرة واما على نحو الف ان طلق ضرتها ولى الفين ان لم يطلق فعلى العكس لان المجنز الان عدم الطلاق فينبغى فساد الا ولى و صحة الثانيه"۔[20]

یعنی اگر بیوی نے کہا کہ تونے میری سوکن کو طلاق دی تو ایک ہزار اور اگر نہ دی تو دوہزار تو اب دوسری صورت معتبر ہے کیونکہ وہ منجز ہے۔

حاصل بات یہ ہے کہ مسئلہ طلاق میں صاحبین کے قول کو اختیار کرنے کرنا بہتر ہے کیونکہ یہاں ضرورت کا تحقق ہو جاتا ہے۔البتہ نکاح ثانی کے بارے میں ایسی شرط قابل ایفاء نہیں ہونی چاہئے کیونکہ نکاح شریعت میں مطلوب و مرغوب اور مسنون ہے۔ اگر عورت کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ نکاح ثانی کے بعد شوہر میرے حقوق پورے نہیں کرے گا تو وہ ابتداء نکاح میں تفویض طلاق کا حق اپنے لئے محفوظ کرو اسکتی ہے۔

نکاح بشرط ملازمت:

اسی تناظر میں ایک اور مسئلہ بھی اہم ہے، وہ یہ کہ کیا عورت بوقت نکاح یہ شرط رکھ سکتی ہے کہ وہ وہ اپنی مرضی سے ملازمت جاری رکھے گی اور خاوند کو ملازمت چھڑوانے کا حق نہ ہو گا۔کچھ حضرات ملازمت چھڑوانے کے قائل ہیں اور کچھ ملازمت جاری رکھنے کے حق میں ہیں، اکثر حضرات کا خیال ہے کہ عورت کا خاوند کی خدمت میں رہنا، خاوند کے لئے ہر وقت عورت کا مہیا ہونا اور اسکی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا، چونکہ نکاح کے مقاصد میں شامل ہے۔اس لئے ایسی شرط لغو ہو گی۔[21] اسکے بالمقابل چند حضرات کا خیال یہ ہے کہ اگر ملازمت درست ہو شرعی پردہ کا اہتمام ہو اور کوئی غیر شرعی امر نہ ہو تو عورت کی اس شرط کو پورا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[22]

حاصل یہ ہے کہ نکاح جیسے معاملہ میں کہیں عورتیں بے لگام ہو کر اس عمومی روش کو اختیار نہ کر لیں کہ خاوندوں کو مختلف قیود کا پابند کرتی رہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ میرے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔ملازمت سے نہیں روکے گا۔البتہ مہر مشروط بطلاق درست ہے۔اسلام

کا عمومی مزاج زن و شوہر کے معاملات میں شوہر کی فوقیت ہی کا ہے جو ایک فطری امر بھی ہے لہذا اگر عورتوں کو ہر طرح کی شرائط عائد کرنے کی اجازت مل جائے تو وہ یقیناً بہت آزاد ہو جائیں گی۔

تفویض طلاق سے متعلق جدید مسائل:

دور جدید میں طلاق کی شرح بڑھ چکی ہے مفتیان کرام کے پاس اس طرح کے کئی استفسارات موجود ہیں جن میں عورتوں پر مظالم کا ذکر ہے اور ان سے خلاصی کی صورتیں پوچھی گئی ہیں، کیونکہ مسلم معاشرے میں عورتوں کے ساتھ مظالم بھی بڑھ گئے ہیں، جسکا باقاعدہ سد باب ہونا چاہئے۔اور عورتوں کو تفویض طلاق کا حق لینا چاہئے۔

تفویض طلاق کا معنی ہے بیوی کو طلاق کا حق دے دینا یا کسی تیسرے شخص کو شوہر کا یہ حق تفویض کر دینا کہ تو چاہئے تو میری بیوی کو طلاق دے دے، تفویض طلاق کا مسئلہ یوں تو اسلامی فقہ کا کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔تاہم دور جدید میں اس مسئلہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے ۔صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس عورت کو طلاق کا اختیار دے دیا جائے اسے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار مل جاتا ہے۔[23]

تفویض کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ شوہر کا بیوی کو حق طلاق تفویض کرنا۔

۲۔ شوہر کا کسی دوسرے شخص کو حق طلاق تفویض کرنا۔

مفتی منیب الرحمان لکھتے ہیں کہ

شوہر اگر بیوی کو یہ حق تفویض کرے تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ تملیک ہے اور تملیک سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔[24] اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ تفویض قبل النکاح

۲۔ تفویض وقت النکاح

۳۔ تفویض بعد النکاح

جمہور علماء تفویض قبل النکاح کے حامی ہیں۔البتہ ان کے ہاں ایسی صورت میں اضافت ملک یا اضافت الی سبب الملک ضروری ہے۔اس کی صورت ان الفاظ میں ہو سکتی ہے۔

"میں نے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دے دیا کہ معاملہ کا اختیار مسماۃ فلاں کے ہاتھ میں ہو گا وہ جب اور جس وقت چاہے گی اپنے آپ کو طلاق دے لے گی"۔

مرد اس کے جواب میں یہ کہے گا کہ میں نے قبول کیا۔یہی الفاظ نکاح خواں بھی کہلوا سکتا ہے یا خود کہہ سکتا ہے کہ میں نے فلاں بنت فلاں کو اس شرط پر تمہارے نکاح میں دیا کہ معاملہ کا اختیار مسماۃ فلاں کے ہاتھ میں ہو گا وہ جب اور جس وقت چاہئے اپنے آپ کو طلاق دے لے گی
۔

اس طرح کی تفویض کے لئے یہ الفاظ بھی ہو سکتے ہیں۔

اگر میں فلاں عورت (مریم بی بی) سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے یا طلاق کا اختیار ہے۔

تفویض کے لئے تین صیغے فقہا نے ذکر کئے ہیں۔

تخییر: یعنی عورت سے یہ کہہ دینا کہ تجھے اپنی طلاق کا اختیار ہے۔

امر بالید: یعنی عورت سے یہ کہنا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔

طلقی نفسک: یعنی عورت سے یہ کہنا ''طلقی نفسک'' تو اپنے کو طلاق دے لے۔ [25]

اگر شوہر تفویض طلاق بیوی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو کرے، تو اس حق سے شوہر رجوع کر سکتا ہے کیونکہ یہ توکیل ہے اور توکیل حق وکالت قبل از نفاذ واپس لے سکتا ہے اور اسے باطل قرار دے سکتا ہے۔ [26]

البتہ کسی دوسرے شخص کو دیا ہوا حق مجلس تک موقوف نہیں ہوتا۔ [27]

تفویض طلاق کے متعلق اہم مسئلہ:

تفویض طلاق کے بارے میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیوی کو یہ اختیار دیا اور اختیار کسی واقعہ کے ساتھ مشروط و معلق کیا مثلاً یوں کہا کہ اگر تین مہینہ تک نان و نفقہ ادا نہ کروں تو تمہیں طلاق کا اختیار ہے تو یہ اختیار خاوند کے اس مذکورہ قول کے ٹھیک تین مہینہ بعد اسی مذکورہ قول کے وقت پر ہی استعمال ہو سکتا ہے۔اگر عورت نے ٹھیک تین مہینہ بعد کے لمحے میں، جس مجلس میں موجود ہے اس مجلس میں اپنے آپکو طلاق نہ دی تو اس کا یہ حق ختم ہو جائے گا۔ [28]

اب سوال یہ ہے کہ کیا طریقہ اپنایا جائے کہ عورت کو تفویض کیا گیا حق اتنا مختصر الوقت نہ ہو کہ جو محض مجلس کے ختم ہوتے ہی ختم ہو جائے۔ فتاویٰ جات میں عورتوں پر مظالم کے حوالہ سے جو صورتیں ان کی حفاظت کی ذکر کی گئی ہیں ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ جن سے عورتوں کے بے خوف اور بے لگام ہو جانے کا خطرہ ہے۔ایک طریقہ یہ منقول ہے کہ بوقت نکاح یہ لکھوالیا جائے کہ فلاں فلاں معاملات ہونے پر میں بااختیار ہوں۔

لیکن مسئلہ پھر وہی ہے کہ اختیار مجلس تک محدود ہے اگر یہ اختیار جب چاہئے کہ الفاظ کے ساتھ دے دیا جائے تو پھر یہ خطرہ ہے کہ عورتیں اس حق کو غلط استعمال کرینگی۔

معاصر علماء میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ حق کسی شرعی پنچائیت کے حوالے کر دیا جائے۔ [29]

خاوند یوں کہے۔

"میں اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کو اختیار دیتا ہوں کہ متذکرہ بالا شرائط میں سے کسی کی عدم تکمیل پر جب بھی دار القضاء میں ثابت ہو جائے تو وہ اپنے آپکو طلاق بائن واقع کر لے"۔[30]

اب دار القضاء معاملہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر طلاق کا فیصلہ کرے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

"خیال ہوتا ہے کہ تفویض طلاق کی کوئی ایسی صورت اختیار کرنی بہتر ہے جس میں حق طلاق دار القضاء یا محکمہ شرعیہ کو دیا گیا ہو۔[31]

حاصل یہ ہے کہ بعض اوقات مشرقی ممالک کے نوجوان وطن سے باہر جانے کے بعد چند ماہ کی مہلت لیکر واپس آتے ہیں یہاں شادی کرتے ہیں اور پھر اکیلے واپس چلے جاتے ہیں اور بیوی کو بلانے کا وعدہ بھی کر لیتے ہیں مگر بلوانے میں بسا اوقات پانچ پانچ سال لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات شادی کے بعد خاوند یا تو نفقہ سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں کہ جن کے ساتھ رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔[32] ایسی صورت میں لڑکیوں کے والدین اپنی بچیوں کے لئے تحفظ کے خواستگار ہوتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ جات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے۔ یا جیسے خاوند شدید اور لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جائے، یا عمر بھر یا بیس سال سے زائد قید ہو جائے ایسی صورتوں میں قاضی طلاق واقع کر دے۔[33]

تفویض طلاق کے جواز پر فقہاء کا اتفاق اسکے مستند ہونے کی دلیل ہے۔ نیز فتاویٰ جات میں بکثرت اس کا ذکر ملتا ہے جس سے کم از کم اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ بعض ظروف واحوال ایسے ہو سکتے ہیں جن میں تفویض کی ضرورت پڑتی ہے۔ تفویض طلاق کا استعمال عورتوں کے حقوق کو محفوظ کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے اگر یہ شرط رکھی جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ اگر اسکا دعوی علماء کی مجلس میں درست ثابت ہوا تو مجلس کو طلاق دینے کا اختیار ہو گا۔

فسخ وخلع سے متعلق جدید مسائل

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں انکے نکاح کو قائم رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے، اس خاندان کے نظام کو مضبوط بنانے کے لئے قانونی اور اخلاقی دونوں طرح کے اقدامات کئے ہیں۔ مگر جب کسی بھی طور پر اس خاندانی نظام کو برقرار نہ رکھا جاسکے، تو پھر احسن طریقے سے اسے ختم کرنے کی صورتیں بھی بیان کی ہیں۔ مرد وعورت ازدواجی زندگی میں صرف ایک ہی مقصد کے طالب ہوتے ہیں اور وہ سکون ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ سکون اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہوں۔ اسی باہمی اطمینان سے اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے اور جب اطمینان واعتماد ختم ہو جاتا ہے تو سکون بھی مفقود ہو جاتا ہے۔

اس کا حاصل تو یہ تھا کہ جب بھی فریقین میں سے کسی کو دوسرے پر اعتماد نہ رہے وہ رشتہ ازدواج ختم کر لیں مگر خدائے حکیم نے اسے خاندانی نظام کے لئے انتہائی مضر گردانا ہے او فریقین اور ان کے حکمین (فریقین کی طرف سے فیصلہ کرنے والو) کو حکم دیا گیا ہے کہ حد درجہ کوشش مصلحت کی ہی کی جائے۔

خلع سے متعلق جدید مسائل

انسانی طبیعت بعض اوقات تنافر و تباعد کی اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کو یکسر تیار نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں کبھی تو نشوز (نافرمانی، علیحدگی کی طلب) مرد کی طرف سے ہوتی ہے اب اسے یہ ترغیب ہے کہ طلاق کا راستہ اختیار کرے اور ایسا نہ کرے کہ عورت کو دیا ہوا مہر واپس لے لے، اگر یہی نشوز عورت کی طرف سے ہے تو مرد کو پھر بھی یہی تاکید ہے کہ دئے ہوئے مہر سے زائد واپس نہ لے۔ مہر کی بنیاد پر فرقت و علیحدگی کا یہ معاملہ شریعت اسلامیہ میں ''خلع'' کہلاتا ہے۔

خلع کی حقیقت کیا ہے آیا یہ طلاق کی طرح کا ایک معاملہ ہے یا فسخ نکاح کی ایک صورت ہے۔ اگر تو یہ طلاق کی طرح ہے تو پھر خلع بھی تین مرتبہ واقع ہو سکتا ہے۔ تیسری مرتبہ خلع ہو جانے پر تین طلاقیں واقع ہو جائینگی اور اگر یہ فسخ نکاح کی طرح ہے تو پھر اس کا حکم لازماً یہ ہوگا کہ اس کے استعمال کرنے سے فرقت تو ہو جائے گی مگر مرد کا حق طلاق ایک بھی مرتبہ کم نہ ہوگا۔

اب فقہاء مجتہدین کا اختلاف ہے کہ خلع فسخ ہے یا طلاق، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، سعید بن مسیب، حسن بصری، عطاء، قاضی شریح، شعبی، ابراہیم نخعی، جابر بن زید، امام مالک، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی اور صحیح قول کے مطابق امام شافعی ان سب کا مسلک یہ ہے کہ خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے۔[34]

دوسری طرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عثمانؓ، طاوس، عکرمہ، امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، ابو ثور، داود ظاہری کا کہنا ہے خلع فسخ نکاح ہے، اس پر طلاق کے احکام جاری نہیں ہونگے، امام شافعی کا قدیم مذہب یہی تھا۔ پھر انہوں نے مذکورہ بالا مذہب اول اختیار کر لیا تھا۔[35]

برصغیر میں خلع کے بارے میں حنفی مذہب ہی اختیار کیا جاتا تھا وہ یہ کہ مرد کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا اور انگریزی عدالتیں اس کے مطابق فیصلے کرتی تھیں۔[36]

خلع میں مرد کی رضامندی ضروری ہے یا مرد کی رضامندی ضروری نہیں ہے اس بات میں عدالتوں کے جج صاحبان اور منتخب فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے، ذیل میں دونوں کے مؤقف اور دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

جواز کے قائل حضرات کا مؤقف

ان حضرات کا مؤقف یہ ہے کہ خلع میں مرد کی رضامندی ضروری نہیں۔ اگر عدالت یک طرفہ طور پر مرد کی رضامندی کے بغیر خلع کا فیصلہ کر دے تو صحیح ہے۔ اچونکہ یہ مسئلہ حنفیہ کے ہاں تو متفق علیہ ہے کہ جب خلع طلاق ہے تو لازماً اس میں خاوند کی رضامندی

شرط ہے۔ خاوند عدالت میں نہ آئے یا وہ دور دراز ہو یا وہ خلع دینے سے انکار کردے تو عورت کو از خود عدالت خلع نہیں دے سکتی، اس لئے موخر الذکر دو فیصلوں کو علماء کی اکثریت نے غلط ٹھہرایا اور ہنوز علماء کا موقف یہی ہے۔[37]

جن فاضل ججوں نے موخر الذکر دو فیصلے دئے ان میں سے جسٹس ایس اے رحمان نے اپنے تفصیلی فیصلے میں قرآن و حدیث اور فقہاء کی عبارتوں سے ثابت کیا کہ بے شک عدالت خلع دے سکتی ہے۔

اس موقف کا علماء کرام نے شد و مد سے انکار کیا اور جسٹس موصوف کے شبہات کا جواب دیا۔ ذیل میں اولاً ان جج صاحبان کے اعتراضات و دلائل پیش کئے جا رہے ہیں اور پھر ان جج صاحبان کے دلائل کے جوابات درج کئے جائینگے۔

۱۔ مجوزین نے سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کیا ہے۔

"وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذِی عَلَیهِنَّ بِالمَعروفِ"۔[38]

"اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو مثل انہی کے حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدے کے موافق۔"

یہ حضرات مندرجہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح مرد کو عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق کا قانونی حق دیا گیا ہے اس طرح عورت کو بھی مرد کی رضامندی کے بغیر خلع کا حق ملنا چاہئے۔

۲۔ مجوزین قرآن مجید کی آیت خلع سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِ مسَاک بِمَعرُوفٍ اَوتَسرِیح بِاحسَانٍ وَّلَا یحِلُّلَکُم اَن تَاخُذُوا مِمَّا اٰتَیتُمُوهُنَّ شَیئاً اِلَّا اَن یَّخَافَاَ اَلَّا یُقِیما حُدُددَ اللهِ فَاِن خِفتُم اَلَّا یُقِیمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیهِمَا فِیمَا افتَدَت بِه تِلکَ حُدُودُ اللهِ فَلاَ تَعتَدُوهَا وَمَن یَّتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَاُولئکَ هُمُ الظٰلِمُونَ"۔[39]

"طلاق دو مرتبہ (جائز) ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی قائم نہ رکھ سکیں گے۔ تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس چیز میں سے جس کو (لے کر عورت) اپنی جان چھڑالے۔ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکلے ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں"۔

مجوزین کے نزدیک اس آیت کے الفاظ:۔

"فَاِن خَفتُم اَلاَّ یُقِیمَا حُدُودَ الله"۔[40]

"یعنی اگر تم کو یہ احتمال ہو کہ دونوں خدائی ضابطے قائم نہ رکھ سکیں گے۔"

میں خطاب حکام اور اولوالامر کو ہے۔اس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر حکام عدالت یہ سمجھتے ہوں کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کے ذریعے فسخ نکاح کر سکتے ہیں اس سلسلے میں وہ لعان، ایلاء عنین اور مفقود الخبر جیسے مسائل میں فسخ نکاح کو بطور نظیر پیش کر کے آخر میں علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر، علامہ ابو بکر حصاص کی احکام القرآن اور صحیح بخاری کے حوالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ:

"اگر عورت مرد سے ناقابل اصلاح نفرت کرتی ہو تو یہ خلع کے لئے کافی وجہ جواز ہے۔"[41]

عدم جواز کے قائل حضرات کا مؤقف

ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ خلع میں مرد کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔اس لئے عدالت نے اگر شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کی بنیاد پر تفریق کا فیصلہ دیا تو یہ فیصلہ غلط ہے، شرعاً نافذ نہیں ہوگا اور عورت نیا نکاح نہیں کر سکتی۔[42]

عدم جواز کے قائل حضرات کی طرف سے دلائل اور مجوزین کے دلائل کے جوابات

چونکہ مجوزین کے دلائل کے جوابات کے ذیل میں ان کے دلائل بھی آجاتے ہیں۔لہذا یہاں وہ جوابات درج کئے جاتے ہیں۔

جواب دلیل اول

مجوزین نے جس آیت کو متدل بنایا ہے وہ پوری آیت اس طرح ہے۔

"وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذِی عَلَیهِنَّ بِالمَعرُوفِ وَلِلّجرِ جَالِ عَلَیهُنَّ دَرَجَۃ ُوَّاللهُ عزِیز حَکِیم"۔[43]

"اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو مثل انہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا انکے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکیم ہے"۔

اس آیت میں "وَلِلّجرِ جَالِ عَلَیهُنَّ دَرَجَۃ" کے الفاظ واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں کہ بعض معاملات میں جو اختیارات مرد کو حاصل ہیں وہ عورت کو حاصل نہیں ہیں اور اگر اس آیت کا مطلب یوں لیں کہ زوجین تمام حقوق و فرائض میں بالکل برابر ہیں تو پھر اس کی کیا جہ ہے کہ مرد کو بغیر معاوضہ دئے طلاق کا اختیار ہے اور عورت معاوضہ دئے بغیر طلاق حاصل نہیں کر سکتی۔[44]

نیز زوجین کی مساوات کا اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ نکاح کو قطع کرنے میں برابر ہیں تو عورت کو بھی طلاق کا حق ملنا چاہئے حالانکہ مجوزین بھی اسکے قائل نہیں ہیں۔[45] تمام فقہاء و مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں زوجین کی جس مساوات کا ذکر کیا گیا ہے وہ معاشرتی مساوات ہیں۔

حضرت ابومالک فرماتے ہیں

"وللرجال علیهن درجة قال یطلقها ولیس لها من الا مر شیئ"۔[46]

یعنی آیت قرآن "وَلِلّرِجَالِ عَلَيهِنَّ دَرَجَة" کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے لیکن عورت کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔

امام ابوعبداللہ القرطبیؒ (مالکی) اپنی تفسیر میں علامہ ماوردی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"له رفع العقد دونها"۔[47]

عقد کا نکاح کو ختم کرنے کا اختیار صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں۔

ظاہر ہے کہ ان دلائل کی موجودگی میں "وَلِلّرِجَالِ عَلَيهِنَّ دَرَجَة" سے قطع نظر کر کے صرف "وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذِی عَلَيهِنَّ بِالمَعرُوفِ" کے الفاظ سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ محض ناپسندیدگی کی بناء پر عورت شوہر کو بزور عدالت خلع پر مجبور کر سکتی ہے۔[48]

جواب دلیل دوم

اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اس آیت میں "فان خفتم" کا خطاب حکام کو ہے تب بھی اس آیت سے استدلال درست نہیں۔ کیونکہ آیت میں تو صرف اتنا کہا گیا ہے کہ اگر حکام کو اس بات کا احتمال ہو کہ زوجین حدود اللہ قائم نہ رکھ سکیں گے تو زوجین کے لئے خلع کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اس سے یہ بات کہاں ثابت ہوتی ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کو خلع پر مجبور کیا جا سکتا ہے کیونکہ آیت میں صاف کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں تو زوجین کے لئے خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں نہ کہ اس طرح کہا گیا ہے کہ تمہیں اختیار ہے کہ ان کے درمیان نکاح فسخ کرا دو، حکام زوجین کو خلع کا مشورہ تو دے سکتے ہیں لیکن معاملہ باہمی رضامندی سے ہی طے پائے گا۔[49] رہا یہ اعتراض کہ پھر اولو امر کو مخاطب کرنے سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ انہیں خلع کے معاملے میں وہ اختیارات حاصل ہو گئے جو زوجین کو حاصل نہیں۔ فرض کریں کہ ایک مقدمے میں زیادتی عورت کی طرف سے ہے اور شوہر مہر معاف کرائے بغیر طلاق پر آمادہ نہیں، عورت خلع پر راضی نہیں یا وہ طلاق ہی نہیں لینا چاہتی یا طلاق کے معاوضے میں مہر معاف کرانے پر راضی نہیں تو کیا اس صورت میں حکام عورت کو خلع پر مجبور کر کے نکاح فسخ کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ بالکل نہیں۔ لہذا محض (فان خفتم) کے خطاب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حکام کو زبردستی خلع کے ذریعے فسخ نکاح کا حق حاصل ہے بالکل غلط ہے۔ کسی معاملے پر اتفاق عقد معاوضہ ہوتا ہے جس میں فریقین کی رضامندی لازمی شرط ہے کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔[50] اسی طرح قاضی بھی مجبور نہیں کر سکتا۔[51]

باقی جہاں تک عنین (نامرد) مجنون، متعنت (نان ونفقہ نہ دینے والا) اور مفقود الخبر پر قیاس کرنے کا معاملہ ہے تو ان صورتوں کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس کا نکاح بلا معاوضہ فسخ کر دیا جائے، حالانکہ اس کے مجوزین بھی قائل نہیں ہوں گے۔[52]

فقہاء اسلام کی آراء

فقہاء کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خلع کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے خلع اور طلاق میں فرق یہی ہے کہ مقدم الذکر میں عورت گلو خلاصی چاہتی ہے اور مرد بغیر اپنا مہر واپس لئے اسے آزاد نہیں کر رہا، ورنہ مرد کے پاس تو حق طلاق

موجود ہے، جب خلع نام ہی گویا مال کے عوض طلاق دینے کا ہے تو پھر یہ معاملہ بغیر خاوند کی رضامندی کے کیسے طے پا سکتا ہے۔ سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا از خود نکاح فسخ نہیں کریگا۔[53]

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ فقہاء خلع کی مشروعیت کی حکمت ہی یہی بتلاتے ہیں کہ جب مرد و عورت محسوس کریں کہ وہ رشتہ ازدواج سے قائم ہونے والی اللہ کی حد کو باہمی نزاع کے باعث قائم نہیں رکھ سکیں گے تو وہ خلع کا راستہ اختیار کر لیں۔ اگر خلع میں خاوند کی رضامندی کا عنصر ختم کر دیا جائے تو خلع کی حکمت ہی سرے سے ختم ہو جاتی ہے۔

رہی یہ بات کہ پھر تنسیخ نکاح میں خاوند کی رضامندی کیوں ضروری نہیں ٹھہرائی گئی۔ باالفاظ دیگر تنسیخ نکاح پر خلع کو کیوں قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کو فسخ کرنے کے موجبات واسباب پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں تمام اسباب مرد سے متعلق ہیں۔

بعض اسباب میں تو صورت ایسی ہے کہ مرد موجود ہی نہیں مثلاً یہ کہ وہ مفقود الخبر ہے یا طویل عرصے سے غائب ہے یا صورت یہ ہے کہ مباشرت پر قادر نہیں یا انتہائی نادار ہے۔ یہ وہ تمام صورتیں ہیں جن میں عدالت کی مداخلت ضروری ہے ورنہ عورت معلق رہے گی۔

البتہ یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ اگر فسخ نکاح کے ان موجبات واسباب کا وجود نہ ہو جو فقہا نے بیان کئے ہیں مگر عورت خاوند کے ہاتھوں سخت تنگ ہو، ذہنی وجسمانی اذیت کا شکار ہو اور خاوند گلو خلاصی پر راضی نہ ہو تو کیا صورت اختیار کی جائے۔

خلع سے متعلق منتخب فقہاء کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خلع کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے خلع اور طلاق میں فرق یہی ہے کہ مقدم الذکر میں عورت گلو خلاصی چاہتی ہے اور مرد بغیر اپنا مہر واپس لئے اسے آزاد نہیں کر رہا، سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا از خود نکاح فسخ نہیں کریگا۔

خلع میں مرد کی رضامندی ضروری ہے اور تنسیخ نکاح میں خاوند کی رضامندی ضروری نہیں کیونکہ وہاں تمام اسباب مرد سے متعلق ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ مفقود الخبر ہے یا طویل عرصے سے غائب ہے یا صورت یہ ہے کہ مباشرت پر قادر نہیں یا انتہائی نادار ہے۔ یہ وہ تمام صورتیں ہیں جن میں عدالت کی مداخلت ضروری ہے ورنہ عورت معلق رہے گی۔

مئولف کی رائے

مولف کے نزدیک مذکورہ اسباب کے علاوہ عورت خاوند کے ہاتھوں سخت تنگ ہو، ذہنی وجسمانی اذیت کا شکار ہو اور خاوند گلو خلاصی پر راضی نہ ہو تو ان صورتوں میں بھی غور کرنا چاہئے، عدالتوں کو ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے، عائلی جھگڑوں میں عورتوں کے موقف کو ترجیح دینا دانشمندی نہیں ہے، خاوند کے حاضر نہ ہونے پر فورا تفریق کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ اس میں مرد، عورت، دعوی و دلائل، اور گواہوں

کی مکمل تحقیق کرے پھر اگر قاضی اس نتیجہ پر پہنچاہے کہ عورت کا دعوی درست ہے تو تنسیخ نکاح کا حکم دے سکتاہے، خلع کا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ شریعت قاضی کو صرف فسخ نکاح کا اختیار دیتی ہے۔

نتائج بحث

اس تمام بحث سے درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں

1- ٹیلی فون پر نکاح کے بارے میں فقہا اسلام میں سے ڈاکٹر عبدالواحد جواز کے جبکہ مفتی منیب الرحمان اور علامہ غلام رسول سعیدی عدم جواز کے قائل ہیں اور عدم جواز کے دلائل مضبوط ہیں۔ کیونکہ ٹیلی فون کی صورت میں نکاح کی شرائط نہیں پائی جاتیں۔ اور لوگ اسے محض تفریح طبع کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیں گے۔

2- جدید معاشی مسائل کے حل سے روزمرہ کی لڑائی، جھگڑے اور فساد سے چھٹکارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

3- نکاح مشروط میں حاصل یہ ہے کہ احناف کے ہاں ان شرائط کو پورا کرنا صرف دیانۃً ضروری ہے عورت شرط پوری نہ ہونے کی صورت میں فسخ کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

4- اسلامی جدید معاشی مسائل کے حل سے ہم حلال پر کاربند اور حرام سے چھٹکارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

5- حالات زمانہ کے تغیر سے احکام میں بھی تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے جسکی اسلام میں گنجائش موجود ہے۔

6- عدالتوں کو ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے، عائلی جھگڑوں میں عورتوں کے موقف کو ترجیح دینا دانشمندی نہیں ہے، خاوند کے حاضر نہ ہونے پر فورا تفریق کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ اس میں مرد، عورت، دعوی و دلائل، اور گواہوں کی مکمل تحقیق کرے پھر اگر قاضی اس نتیجہ پر پہنچاہے کہ عورت کا دعوی درست ہے تو تنسیخ نکاح کا حکم دے سکتاہے، خلع کا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ شریعت قاضی کو صرف فسخ نکاح کا اختیار دیتی ہے۔

سفارشات وتجاویز

1- ٹیلی فون پر نکاح کے بارے میں ڈاکٹر عبدالواحد جواز کے جبکہ مفتی منیب الرحمان اور علامہ غلام رسول سعیدی عدم جواز کے قائل ہیں اور عدم جواز کے دلائل مضبوط ہیں۔ البتہ اگر ویڈیو کال، ویب کیمرہ استعمال کر لیا جائے تو فریقین و گواہان ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گے، پھر جواز کی صورت قابل غور ہوگی۔

2- بالخصوص تاجر حضرات کو جدید معاشی مسائل اور انکے حل سے آگاہ کرنا چاہئے۔

3- نکاح مشروط میں حاصل یہ ہے کہ احناف کے ہاں ان شرائط کو پورا کرنا صرف دیانۃً ضروری ہے عورت شرط پوری نہ ہونے کی صورت میں فسخ کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ایسی شرائط نہیں لگانی چاہئے کیونکہ نکاح جیسے معاملہ میں کہیں عورتیں بے لگام ہو کر اس عمومی روش کو اختیار نہ کر

لیں کہ خاوندوں کو مختلف قیود کا پابند کرتی رہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ میرے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔ ملازمت سے نہیں روکے گا وغیرہ وغیرہ۔

4- جدید معاشی مسائل کے حل کے لئے تمام مکاتب فکر کے علماکرام کو حکومتی سرپرستی میں مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔

5- سیمینارز، کانفرنسز اور مختلف تربیتی پراگرامز کے ذریعے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہئے۔

6- عائلی جھگڑوں میں عورتوں کے موقف کو ترجیح دینا دانشمندی نہیں ہے، خاوند کے حاضر نہ ہونے پر فوراً تفریق کرنا مناسب نہیں ہے اگر قاضی اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ عورت کا دعوی درست ہے تو تنسیخ نکاح کا حکم دے، نہ کہ خلع کا۔

حواشی، حوالہ جات

[1] القرآن، سورۃ الاعراف: 157۔

Al-Quran, Surah Al_Airaaf, 157

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۵ء: ج ۱، ص ۵.

Al-Bukharī, ʾAbū ʿAbdullāh Muḥammad ʾIbn ʾIsmaʿil. *Al-Jāmeʿ Aḷ-Ṣaḥīḥ*. Beirut: Dār Al-Kutub Al-ʿIImiyya, 2005. Vol 1, p6

[3] منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2013ء، ج: ۷، ص: ۲۲۱۔۲۲۲

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,Lahore:zia ul quran publicashans,2013,vol.7,p.221,222

[4] عبدالواحد، ڈاکٹر، مفتی، مسائل بہشتی زیور، کراچی: مجلس نشریات اسلام، 2012ج: ۲، ص: ۳۶

Abdul wahid,Dr,Mufti,Masail Bahishti Zaiwar,Karachi:Majlis Nashriat islam,2012,vol.2,p.36

[5] سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، لاہور: فرید بک سٹال، 2014ء، ج: ۳، ص: ۸۲۹

Saeedi,Ghulam Rasool,Allama,Sharah Sahih Muslim,Lahore:Fareed book stal,2014,Vol.3,P.829

[6] جامعہ خلفائے راشدین کراچی کا فتویٰ، مورخہ ۲۳ محرم ۱۴۲۷ھ

Jamia Khulafai rashden Karachi ka fatwa,morkha 23 moharam 1427

[7] عبدالواحد، ڈاکٹر، مفتی، مسائل بہشتی زیور، ج: ۲، ص: ۳۶

Abdul wahid,Dr,Mufti,Masail Bahishti Zaiwar,vol.2,p.36

[8] جالندھری، خیر محمد، مولانا، خیر الفتاویٰ، ملتان: مکتبہ امدادیہ، ۲۰۱۲ء، ج: ۴، ص: ۳۷۰۔۳۷۱

Jalandri,Khair Muhammad,Molana,Khairul fatawa,Multan:Maktaba Imadadia,2012,vol.4,p.370-371

[9]کاسانی، علاءالدین، بدائع الصنائع، بیروت: دارالکتب العربی، ۱۹۸۲ء، ج:۲، ص:۲۵۵

Kasani,Aalaodin,Badao Sanai,Beruit:Darul kutabul Arbi,1982.vol.2,p.255

[10]عبدالواحد، ڈاکٹر، مفتی، مسائل بہشتی زیور، ج:۲، ص:۳۶

Abdul wahid,Dr,Mufti,Masail Bahishti Zaiwar,vol.2,p.36

[11]سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:۳، ص:۸۲۰

Saeedi,Ghulam Rasool,Allama,Sharah Sahih Muslim,Vol.3,P.820

[12]بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ج:۵، ح:۴۸۵۷

Bukhari,Muhammad bn Ismail,Sahi Bukhari,Hadith.4857

[13]عینی، بدرالدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س۔ن، ج:۲۰، ص:۱۹۸

Aaini,badrodin Mehmod bn Ahmad,umdatul Qari,Quetta:Maktaba Rashedia,vol.20,p.198

[14]کاشمیری، انور شاہ، مولانا، العرف الشذی علی جامع الترمذی، ملتان: مکتبہ شرکت علمیہ، س۔ن، ج:۱، ص:۲۱۶

Kashmeri,Anwar Shah,Molana,Al urful shuzi aala Jamia termazi,Multan:Maktaba Sherkat Almia,vol.1,p.216

[15]عثمانی، عزیزالرحمان، مفتی، فتاوی دارالعلوم دیوبند، کراچی: دارالاشاعت، س۔ن، ج:۷، ص:۹۳

Usmani,Aziz Rehman,Mufti,Darul ulom deoband,Karachi:Darul ishat,vol.7,p.93

[16]ابن نجیم، زین الدین، علامہ، البحرالرائق، ج:۳، ص:۱۷۲۔۱۷۴

Ibn-e-nojaim,Zainudin,Allama,Al bahruraaiq,vol.3,p.172-174

[17]ایضاً، ج:۳، ص:۱۷۳

Ibn-e-nojaim,vol.3,p.173

[18]ایضاً، ج:۳، ص:۱۷۲۔۱۷۴

Ibn-e-nojaim,vol.3,p.172-174

[19]ایضاً، ج:۳، ص:۱۷۳

Ibn-e-nojaim,vol.3,p.173

[20]ایضاً، ج:۳، ص:۱۷۳

Ibn-e-nojaim,vol.3,p.173

[21]سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:۳، ص:۸۲۰

Saeedi,Ghulam Rasool,Allama,Sharah Sahih Muslim,Vol.3,P.820

[22]ریاست علی قاسمی، مفتی، جدید فقہی مباحث، ج:۱۱، ص:۵۰۹

Reyasat Ali Qasmi,Mufti,Jadid Fiqhi Mubahis,vol.11,p.509

[23]مرغینانی، علی بن ابی بکر، الھدایہ، بیروت: المکتب الاسلامی، س۔ن، ج:۱، ص:۲۴۳

Murghinani,Ali bn Abi bakar,Al hedaya,Beirut:Al Maktabul Islami,vol.1,p.243

[24]منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، ج:۸، ص:۲۸۴۔۲۸۵

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.8,p.284-285

[25]ایضاً، ج:۳، ص:۲۶۶

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.3,p.266

[26]ایضاً،ج:۳،ص:۲۶۷؛

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.3,p.267

[27]ابن نجیم،زین الدین،علامہ،البحر الرائق،،ج:۳،ص:۳۵۳

Ibn-e-nojaim,Zainudin,Allama,Al bahruraaiq,vol.3,p.353

[28]منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل،ج:۳،ص:۲۶۶۔۲۶۷

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.3,p.266,267

[29]خالد سیف اللہ رحمانی،جدید فقہی مسائل،ج:۳،ص:۳۱۔۳۳

Khalid Saifullah Rehmani,Jadid fiqhi masail,vol.3,p.33-33

[30]ایضاً،ج:۳،ص:۳۱

Khalid Saifullah Rehmani,vol.3,p.31

[31]خالد سیف اللہ رحمانی،جدید فقہی مسائل،ج:۳،ص:۳۲

Khalid Saifullah Rehmani,Jadid fiqhi masail,vol.3,p.32

[32]سعیدی،غلام رسول،علامہ،شرح صحیح مسلم،ج:۳،ص:۱۱۰۲

Saeedi,Ghulam Rasool,Allama,Sharah Sahih Muslim,Vol.3,P.1102

[33]ایضاً،ج:۳،ص:۱۱۰۶

Saeedi,Vol.3,P.1106

[34]منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل،ج:۶،ص:۳۱۶

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.6,p.316

[35]ابن کثیر،عمادالدین،حافظ، تفسیر ابن کثیر،لاہور: ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،۲۰۱۴ء،ج:۱،ص:۲۶۰

Ibn-e- Kasir,Emadodin,Hafiz,Tafsir ibn kasir,Lahore:zia ul quran publicashans,2014,vol.1,p.260

[36] تقی عثمانی، مفتی،اسلام میں خلع کی حقیقت مشمولہ الحیلۃ الناجزۃ، کراچی: دارالاشاعت،۱۹۸۷ء، ص:۲۰۸

Taqi Usmani,Mufti,Islam mein Khula ki haqeqat,Mashmolaho alhiyaltu al najizat,Karachi:Darul ishat,1987,p.208

[37]منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل،ج:۶،ص:۳۱۷

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.6,p.317

[38]البقرہ:۲۲۸

Al baqra:228

[39]البقرہ:۲۲۹

Al baqra:229

[40]البقرہ:۲۲۹

Al baqra:229

[41]پی۔ایل۔ڈی،۱۹۶۷ء،سپریم کورٹ ۹۷

P.L.D,1927,Suprem cort 97

[42]منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، ج:٦، ص:٣١٧

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.6,p.217

[43]البقرہ:٢٢٨

Al baqra:228

[44] تقی عثمانی، مفتی، اسلام میں خلع کی حقیقت، ص:٢١٠

Taqi Usmani,Mufti,Islam mein Khula ki haqeqat,p.210

[45]ایضاً، ص:٢١٠

Taqi Usmani,p.210

[46]سیوطی، جلال الدین عبدالرحمان، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، بیروت: دارالفکر، ١٩٩٣ء، ج:١، ص:٦٦٢

Sayoti,Jalaludin Abdurrehman,Al durulmansor fe al tafser almasoor,Beirut:Darul fikr,1993,vol.1,p.662

[47]قرطبّی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ: دارالشعب، ۱۳۷۴ھ، ج:٣، ص:١٢٥

Qurtabi,Muhammad bin Ahmad,Al jamiul Ahkamul Quran,Qahira:Darul Shaab,1374,vol.3,p.125

[48] تقی عثمانی، مفتی، اسلام میں خلع کی حقیقت، ص:٢١٣

Taqi Usmani,Mufti,Islam mein Khula ki haqeqat,p.213

[49]منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، ج:٦، ص:٣١٧_٣١٦

Munib Rehman,Mufti,Tafheemul masail,vol.6,p.216,217

[50] تقی عثمانی، مفتی، اسلام میں خلع کی حقیقت، ص:٢١٣_٢١٦

Taqi Usmani,Mufti,Islam mein Khula ki haqeqat,p.212,213

[51]ایضاً، ص:٢١٣

Taqi Usmani,p.213

[52]ایضاً، ص:٢١٨

Taqi Usmani,p.218

[53]سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:٣، ص:١٠٠٦

Saeedi,Ghulam Rasool,Allama,Sharah Sahih Muslim,Vol.3,P.1006